اقبال کا نظریۂ ارتقا

صائمہ غزل
Saima Ghazal
Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Govt. College University, Faisalabad.

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی
Dr. Muhammad Arshad Ovaisi
Head of Urdu Department,
Lahore Garrison University, Lahore.

ماریہ تنصیر
Maria Tanseer
Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Govt. College Universiyt, Faisalabad.

Abstract:

Evolution theory is the basic topic of science and philosophy. The Greeks were followers of old theory which leads that universe is completed and closed. But its against Islamic point of view. In Quran Allah Pak says; Evolution of universe is continue proses, which never end. Iqbal deny the scientific evolution theories but believe in Islamic ideology. In this article present Iqbal's views about evolution.

ارتقا (Evolution) کی بحث شروع سے سائنس و فلسفہ کی بنیاد رہی۔ ارتقا کا تصور اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ کائنات میں موجود کسی شے کو سکون حاصل نہیں۔ بہتر سے بہترین خوب سے خوب تر کا وصف ہر شے کے اندر موجود ہے۔ جو اس کو ہر لمحہ متحرک رکھتا ہے قرآن میں بھی انسانی حیات کا دار و مدار ارتقا پر ہی رکھا گیا۔ ارتقا کا یہ عمل رک جاتا تو کائنات کا نظام اب تک ختم ہو چکا ہوتا۔ یونانیوں نے ساکت و جامد کائنات کا تصور پیش کیا مگر قرآن پاک نے بار بار واضح کیا کائنات کوئی ساکن یا ٹھہری ہوئی چیز نہیں بلکہ اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ موضوع خاصا پرانا ہے کیونکہ عقل و شعور کے ساتھ

ہی اس بات پر غور وفکر شروع ہو گیا کہ کائنات اور انسانی زندگی کا راز کیا ہے۔

''چارلس ڈارون'' وہ پہلا شخص تھا جس نے اپنی کتاب On the Origin of species by means of natural selection میں نظریہ ارتقا کو مفصل پیش کیا۔ ڈارون کے نظریات نے ارتقا کے مسئلے کو زبان زد عام کیا۔ ڈارون کی تھیوری کے مطابق ہر جاندار Over Production (کثیر الپیدائشی) کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی جان کو مقابلہ (Competition) کی فضا کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہ مقابلہ خوراک اور جگہ کے لیے ہوگا۔ ایسے میں جو اپنے بقا کی جنگ لڑنے کی زیادہ صلاحیت رکھے گا اس کو قدرت منتخب کر لے گی اس کو Natural Selection (قدرتی چناؤ) کہتے ہیں۔ دوسری بات وہ یہ کرتا ہے کہ ماحولیاتی تبدیلیوں سے نئی نوع (Species) جنم لیتی ہیں۔ آزاد ادریس ارتقا کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''ارتقا دراصل قدرتی انتخاب کا عمل ہے اس دریافت کے ساتھ جو نام ہیں وہ چارلس ڈارون اور الفریڈ رسل ہیں تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے انہوں نے کہا تھا کہ قدرت بے حد زرخیز ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ پودے اور جانور پیدا کرتی ہے جتنے زندہ رہ سکتے ہیں۔ حالات اور ماحول یہ انتخاب کرتے ہیں کہ کون سی چیز حالات سے مطابقت رکھ سکتی ہے۔ مثلاً نسل میں فوری تبدیلی دوسری نسلوں سے ملاپ وغیرہ۔ ماحول ان چند نسلی میلاپوں کو قبول کرتا ہے کہ حیات کی ایک شکل سست روی سے دوسری شکل میں تبدیل ہوتی رہتی ہے اور نئی شکلوں کی بنیاد ڈالتی ہے۔''(۱)

ڈاکٹر محمد آصف اعوان ڈارون کے نظریات کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

> ''ہر جان دار کے جسم اور شکل و ساخت میں مسلسل خفیف تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں اور ایک طویل مدت کے بعد ان تبدیلیوں کے جمع ہو جانے سے ایک نیا جاندار وجود میں آتا ہے اگر اس جاندار کی نسل جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے جہد للبقا (Sturggle for Existance) کے دوران اپنے ماحول کی مشکلات سے کام یاب مقابلہ کر سکے تو وہ زندہ رہتی ہے ورنہ مٹ جاتی ہے۔ چنانچہ زندگی اپنے ظہور کے بعد مسلسل ارتقا پذیر ہے اور اسی وجہ سے مختلف انواع کے وجود بنتے اور مٹتے رہتے ہیں۔ روئے زمین پر نوع بشر کا ظہور بھی ارتقا کے اسی قاعدے کا نتیجہ ہے۔''(۲)

ڈارون چونکہ مادیت پرستی کا علمبردار تھا اس لیے اس نے ارتقائے حیات کی جو بات کی وہ میکانکی تھی کہ کائنات ایک مشین ہے جو خاص اصول وقوانین کے ماتحت چلتی جارہی ہے جو کمزور درجے سے ادنیٰ درجے کے مراحل میں اسی میکانکی طریقے سے داخل ہوتی ہے۔ اصل میں ڈارون مذہب سے دور تھا اس لیے اس کے ذہن میں خدا کا تصور ارتقائی حوالے سے نہیں تھا۔ اقبال کا ڈارون سے یہیں اسے اختلاف شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ اقبال کے نزدیک مادہ کی حقیقت روحانی ہے۔ اقبال کے نزدیک ڈارون کا میکانکی اندازِ فکر قابل قبول نہ تھا۔ اقبال اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "Natural Science is by nature sectional: It cannot, if it is true to its own nature and function setup its as a complete view of reality."(3)

اقبال کی نظر میں زندگی کا میکانکی تصور حقائق کو بیان کرنے سے قاصر ہوتا ہے اقبال کا فلسفہ خودی اصل میں فلسفہ ارتقا کی شکل ہے ادنیٰ درجے پر خودی پر میکانکی قوانین کی اجارہ داری ہوتی ہے مگر جیسے اس کے مراحل ہوتے جاتے ہیں وہ اعلیٰ مقام پر فائز ہوجاتی ہے، بقول ڈاکٹر محمد آصف اعوان:

> ’’خودی مراحل ارتقا طے کرتے کرتے ارتفاع کے اس درجے پر
> فائز ہوجاتی ہے جہاں وہ بدن اور مادے کی غلامی سے مکمل طور پر
> آزادی حاصل کرلیتی ہے۔‘‘(۴)

اقبال وضاحت کرتے ہیں کہ زندگی ارتقا کے مراحل کو طے کرتی ہے اور مرحلے کی صفات و خصوصیات کو اپنے اندر سمو کر ایک کل کی صورت اختیار کرتی ہے۔

> The movement of life as an organic growth involves a progressive synthesis of its various stages."(5)

اقبال فرماتے ہیں کہ جدید نظریہ ارتقا کے ماہرین میکانکی طرزِ عمل سے ہٹ کر احساسات و جذبات کی دنیا میں قدم رکھیں گے تو اس کو میکانکی تصور سے یقیناً دستبردار ہونا پڑے گا۔ اقبال ارتقا کو مقصد اور لگن کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں۔ اقبال کے ہاں:

> ’’ارتقا اعلیٰ درجات حقیقت کی طرف سفر کا نام ہے اور یہ سفر خارجی
> عمل کے سفاکانہ عمل سے نہیں بلکہ انواع کی اندرونی لگن اور تسلسل
> عمل سے انجام پاتا ہے۔‘‘(۶)

ارتقا کے حوالے سے ایک نظریہ (Special Creation) مخصوص تخلیق بھی موجود رہا جس

کے مطابق کائنات کی ہر چیز کو اسی حالت میں اتارا گیا جس حالت میں وہ اس وقت موجود ہے۔ یہ ایک مذہبی نقطہ نظر بھی رہا۔ آدم کی پیدائش کا قصہ تھوڑے کم و بیش کے ساتھ ہر مذہبی کتاب میں موجود ہے۔ اقبال کا شمار ان مفکرین میں ہوتا ہے جنہوں نے ارتقائے حیات کے موضوع پر بہت باریک بینی سے غور وخوض کیا ہے۔ اسی حوالے سے وہ ہبوطِ آدم کے قصے کا ذکر ''خطبہ سوم'' خدا کا تصور اور دعا کا مفہوم میں وضاحت کے ساتھ کیا ہے۔ آزاد ادریس اقبال کے فہم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''قرآن کریم کے بعد احادیث اور پھر مفکرین اسلام حضرت علی، امام ابن خلدون، ابن مسکویہ، مولانا روم اور علامہ اقبال نے اچھی طرح سے تمثیل آدم وحوا کو سمجھا اور اسے حقیقی نظریہ ارتقا قرار دیا۔''
>
> (۷)

ان کے نزدیک آدم وحوا کا قصہ ایک الگ فرد کا قصہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل تمثیل ہے بالکل اسی طرح جس طرح ہم فرعون، نمرود یا دارا کی بات کرتے ہیں تو یہ صرف ایک شخص کا نام نہیں تھا بلکہ ایک پورے دور کا نام تھا۔ عموماً قصہ آدم وحوا کو دو افراد کے شخصی خاکے تصور کر کے سمجھا جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ڈاکٹر آصف اعوان اقبال کے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اس قصہ کا مقصد تاریخ نگاری ہے اور نہ آدم وحوا کسی تاریخ کے واقعہ میں مذکور دو الگ الگ کرداروں کے نام ہیں بلکہ داستان ہبوطِ آدم جملہ انسانوں پر چسپاں ہونے والی ایک تمثیلی حکایت ہے جس میں آدم کو کسی خاص فرد کی حیثیت میں پیش نہیں کیا گیا بلکہ وہ ایک تصور کی عکاسی اور پوری بنی نوع انسان کی نمائندگی کا علامتی حوالہ ہے۔''(۸)

اقبال آدم کو ایک حوالہ نہیں بلکہ انسانیت کی نمائندگی اور عکاسی کرنے والی تمثیل قرار دیتے ہیں۔ جس نے ارتقا کے مراحل کو طے کیا اور شعور و آگہی کی منزل پر قدم رکھا تو آدم کے درجے تک پہنچی تب اس کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اقبال خطبہ سوم میں آدم کی بابت میں لکھتے ہیں:

> "The word "Adam" is retained and used more as a concept than as the name of a concrete human individual.")۹(

آدم ارتقائے حیات انسانی کا درخشاں دور تھا جس نے انسان کو باطنی اور خارجی حالات سے نبرد آزما ہونا سکھایا۔ اقبال کے نزدیک آدم کا غلطی کرنا بدی علامت نہیں بلکہ انسان کی سیماب فطرت تھی۔ اسی خطا نے زمین پر انسانی ارتقا کو اعلیٰ درجوں تک پہنچا دیا۔ ڈاکٹر محمد آصف اعوان ''معارف

خطباتِ اقبال‘‘ میں لکھتے ہیں:

> ’’انسان ہی خدا کی وہ واحد مخلوق تھا جو دیگر تمام انواع کے مقابلہ میں مسلسل فکری و شعوری ترقی کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ چنانچہ ارتقائے شعور کے مراحل طے کرتے کرتے بالآخر آدم پر وہ وقت آ پہنچا جب وہ اپنی ذات کے اندر نہاں خوب وزشت کے امتیاز اور انتخاب کی آزادی کی صلاحیت سے آشنا ہو گیا۔ اقبال کے نزدیک ہبوطِ آدم کے واقعہ میں آدم کی نافرمانی کا قصہ آدم کی سرشت میں کسی قسم کی اخلاقی گراوٹ یا بدی کا غماز نہیں بلکہ انسان کے جبلی شعور کے دور سے گزر کر عرفانِ ذات کے ایک نئے دور میں قدم رکھنے کی علامت ہے۔‘‘(۱۰)

بطورِ خاص اقبال نے ارتقائے انسان کے حوالے سے مسلم مفکرین کے کارناموں کا ذکر کیا جن میں جاحظ اور ابن مسکویہ (330-421) کی بات کی۔ اقبال جاحظ بصری کا ارتقا کے حوالے سے تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "It was Jahiz who was the first to note the changes in bird's life caused by migration."(11)

جاحظ بصری پہلا مسلم مفکر تھا جس نے اپنی کتاب ’’کتاب الحیوان‘‘ میں حیوانات اور پرندوں کی ہجرت کے متعلق بات کی اور بتایا کہ کس طرح حالات اور موسم کی تبدیلیوں سے نئے نوع جنم لیتے ہیں۔ ابن مسکویہ ہی وہ پہلا مسلم مفکر تھا جس نے نئے پہلوؤں سے انسان کی ابتدا کے بارے میں مکمل نظریہ پیش کیا۔ اقبال خطبہ پنجم ’’اسلامی ثقافت کی روح‘‘ میں ابن مسکویہ کے خیالات کو بیان کرتے ہیں اور اس کی فکر کو مذہبی نفسیات تصور کرتے ہیں۔

ابن مسکویہ کے نزدیک ارتقا اپنی ابتدائی یا نچلی سطح پر بیج (Seed) کی ضرورت نہیں رکھتا۔ وہ نباتاتی اور معدنیات میں فرق بتاتا ہے۔ معدنیات کے اندر حرکت موجود نہ تھی جب حرکت پیدا ہوئی تو نباتات نے جنم لیا جو تخم کے بغیر تھے۔ حرکت زیادہ ہوئی تو بیج پیدا کرنے کی صلاحیت نے جنم لیا۔ نباتات کی ارتقائی شکل کھجور ہے جس کے ریشے انسانی ذہن کی طرح کے ہیں جو اپنا دفاع اور بقا جانتے ہیں پودوں کے ارتقائی عروج نے حیوانی زندگی کی بنیاد رکھی۔ حیوانی زندگی کا خاص وصف حرکت کے ساتھ حسیات کا تھا جو اس سے قبل پودوں میں موجود نہ تھا۔ اسی حسیات نے جانور کو حرکت (Locomotion) (ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرنے والے جاندار) کی آزادی دی۔

حشرات الارض کے ساتھ چوپائے پھر پرندوں میں عقاب (Falcon) اور آخر میں بندر (Apes) کی صورت انسانیت کے خدوخال ابھرنے لگے۔ انسان نے اپنی ارتقائی صورت میں سب سے اعلیٰ درجے پر ہے۔ اقبال کے نزدیک:

''آخر کار بوزنوں (Apes) کی صورت میں وہ انسانیت کے دروازے پر دستک دینے لگتی ہے اور انسان کی ارتقای سطح سے محض ایک درجہ کم ہے اس کے بعد کا ارتقا فعلیاتی تبدیلیاں لا رہا ہے جس میں امتیاز کرنے کی قوت اور روحانیت بڑھ جاتی ہے اور انسانیت بربریت سے نکل کر تمدن میں داخل ہو جاتی ہے۔'' (۱۲)

غرض اقبال نے نظریہ ارتقا کا خوب جائزہ لیا اس کی بہتر تشریحات بھی اپنے خطبات کے ذریعے پیش کیں۔ ان کے نزدیک ارتقا انسانی وصف ہے۔ انسان کی صورت ارتقا کی ایک سطح مکمل ہے۔ مگر اس کے ذہنی ارتقا کے ادوار کا سلسلہ چلتا رہے گا اسی صورت مادیت پرستی کو ختم کر کے عروج انسانیت اور حقیقت مطلق کا وصال نصیب ہوگا۔ کائنات پر زندگی کی نمود ہی پائی ہے۔ رحم مادر میں انسان کی تشکیل بھی انسان کے ارتقائی عمل کی طرف واضح اشارہ ہے۔ انسان کی تخلیق اک قطرہ پانی ہے۔ ارشادہ ربانی ہے:

OOOOO

ترجمہ: کیا انسان گمان کرتا ہے کہ وہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو رحم مادر میں ٹپکایا گیا پھر وہ جما ہوا خون ہوا پھر اس نے اسے پیدا کیا پھر اسے درست کیا، پھر اس کی مرد اور عورت دو قسمیں بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کرے۔'' (۱۳)

اللہ تعالیٰ کی قرآن پاک میں کئی مقامات پر انسان کی تخلیق اور آفرینش کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک انسانی ارتقا کا عمل کبھی ختم نہیں ہوتا اس کا سلسلہ ہمیشہ جاری وساری رہے گا، موت کے بعد کی زندگی بھی انسانی ارتقا ہی کی صورت ہے۔ اقبال نے حیات انسانی اور حیات کائنات کے مسائل پر گہرا غور وفکر کیا اور اس سائنسی نظریہ کو قرآن کی روشنی میں بہترین انداز میں پیش کیا۔

اقبال مسلم اور غیر مسلم مفکرین کے نظریہ ارتقا کے حوالے سے مفصل بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نظریہ مشرق اور مغرب میں موضوع بحث رہا ہے۔ البتہ دونوں کے تصورات الگ ہیں۔ مغرب والوں کا انسانی مستقبل کے حوالے سے نظریہ مایوسی اور ناامیدی کا ہے، لیکن اسلام میں انسانی مستقبل دوامی صورت اختیار کرتا ہے۔ اقبال اس حوالے سے مسلم صوفی اور اپنے مرشد روحانی مولانا جلال

الدین رومیؒ (م ۱۲۷۳) کے افکار پیش کرتے ہیں جن میں مایوسی کی بجائے انسانی مستقبل کے حوالے سے امید نشاط کا عنصر ہے۔ اقبال اصل میں نطشے (Nietzesche) کی بجائے رومیؒ کے خیالات کے حامی ہیں۔ خطبۂ ہفتم ''کیا مذہب کا امکان ہے؟'' میں تصورِ ارتقا کے حوالے سے ڈاکٹر محمد آصف اعوان کی تصنیف ''معارفِ خطباتِ اقبال'' میں رومیؒ کے درج ذیل اشعار درج ہیں:

از جمادی مردم و نامی شدم
وز نما مردم بحیوان سرز دم
مردم از حیوانی و آدم شدم
پس چہ ترسم کے زمردن کم شوم
حملۂ دیگر بمیرم از بشر
تابر آدم از ملائک بال و پر
بارِ دیگر از ملک قربان شوم
آنچہ اندر وہم ناید آں شوم
پس عدم گردم چون ارغنون
گویدم کانا الیہ راجعون(۱۴)

ڈاکٹر جاوید اقبال ان اشعار کا ترجمہ کرتے ہیں:

''زمین کی گہرائیوں میں دھات اور پتھروں کے اندر پلا۔ پھر رنگ برنگے پھولوں کی مسکراہٹ میں ظاہر ہوا۔ پھر میں وحشی جانوروں اور گزرتے زمانوں کے ساتھ زمین اور ہوا اور سمندر پر اڑا۔ مجھے ہر بار نئی زندگی ملی۔ کبھی میں نے غوطہ لگایا کبھی میں اڑا کبھی میں رینگا اور کبھی میں بھاگا۔ میرے وجود کے تمام رازوں نے بالآخر ایسی صورت اختیار کرلی جسے سب نے دیکھا اور لو! ایک انسان آن پہنچا۔ اب تیری منزل ہے بادلوں سے آگے، آسمانوں سے پرے۔ ایک ایسے جہان میں جہاں نہ کوئی بدلتا ہے اور نہ مرتا ہے۔ ایک فرشتہ کی شکل میں اور پھر اس سے بھی آگے۔ رات اور دن کی حدود سے۔ حیات و موت اور ظاہر و باطن کی پابندیوں سے بہت آگے جہاں جو کچھ ہے وہ ہمیشہ تھا، یعنی ایک ایسا جہاں سب کچھ سمایا ہے۔''(۱۵)

اقبال کے نزدیک انسانی ارتقا کا عمل کبھی نہیں رکتا، اب اگرچہ انسان انسانی صورت میں ہے

جواس کے ارتقا کی اعلیٰ ترین شکل ہے لیکن ارتقاب بھی جاری ہے اور یہ اس کا ذہنی ارتقا ہے۔ حتیٰ کہ بعد ازمرگ بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ حیات بعد ازموت کے حوالے سے متعدد مقامات پر ارشاد فرماتے ہیں، بعد ازمرگ حیات بھی ارتقائے انسانی کا درجہ ہے۔ اقبال نے حیات انسانی کے ارتقائی نظریہ کا خوب خوب جائزہ لیا اور اس کو قرآن پاک مسلم اور غیر مسلم مفکرین کی آرا کی روشنی میں پیش کیا جو اقبال کی بصیرت اور دلچسپی کا مسلّم ثبوت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ آزاد ادریس، تصوف سائنس اور اقبال، لاہور، خزینہ علم وادب، س۔ن، ص: ۱۶۷

۲۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، ڈارون کا تصور ارتقا اور اقبال ایک اجمالی اور تحقیقی وتوضیحی جائزہ، مشمولہ، تحقیق، شمارہ نمبر ۱۵، ص

3- Muhammad Iqbal, The Reconstruction of religious thoughts in Islam, M Ashraf, Lahore, 1965, P-41

۴۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، ڈارون کا تصور ارتقا اور اقبال، ص ۶۷۶

5- Muhammad Iqbal, The Reconstruction of religious thought in Islam, P-56

۶۔ محمد آصف اعوان، ڈاکٹر، ڈارون کا تصور ارتقا اور اقبال، ص: ۶۷۷

۷۔ آزاد ادریس، تصوف، سائنس اور اقبال، ص: ۲۰۷

۸۔ محمد آصف، اعوان، ڈاکٹر، اقبال کا تصور آدم اور ارتقا، دریافت، شمارہ ۷، ص: ۱۰۱

9- Muhammad Iqbal, The reconstruction of religious thought in Islam, P-83

۱۰۔ محمد آصف، اعوان، ڈاکٹر، معارف خطبات اقبال، ص: ۹۵۔۹۴

۱۱۔ ایضاً، ص: ۱۷۴

۱۲۔ شہزاد احمد (مترجم)، اسلامی فکر کی تشکیل نو، لاہور، مکتبہ خلیل، ۲۰۰۰ئ، ص: ۱۶۴

۱۳۔ القیامہ: ۳۶۔۴۰

۱۴۔ محمد آصف، اعوان، ڈاکٹر، معارف خطبات اقبال، لاہور، نشریات، ۲۰۱۴ئ، ص: ۲۶۹

۱۵۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، خطبات اقبال تسہیل وتفہیم، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ئ، ص

☆......☆......☆